رہبر معظم سے عید بعثت کے موقع پر اعلی حکام کی ملاقات - 30 /Jul/ 2008

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس عظیم اور عام عید کے موقع پر میں تمام حق کے حامیوں، دنیا کےحریت پسندوں ، عظیم امت مسلمہ، عزیز و مؤمن ایرانی عوام اور آپ بھائیوں اور بہنوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
واقعہ بعثت کی یاد کسی تاریخی واقعہ کی یاد کے مانند نہیں ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو تاریخ انسانیت کے اس عظیم واقعہپر نظر ڈالتے وقت ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔ اس عظیم الشان واقعہ پر گہری توجہ کی بار بار ضرورت ہے کیونکہ سب سے پہلے امت مسلمہ کےخواص و عوام کے لئے یہ ایک ناقابل فراموش درس ہے چاہیے ممتاز شخصیات ہوں یا سیاستداں، دانشور ہوں یا روشن خیال ۔ اس کے بعد کائنات کے ہر انسان کے لئے یہ عظیم درس ہے ۔ یہ ایک عظیم درس کا اعادہ اور بار بار دہرانا اور اس کا غور سے مطالعہ ہے، یہ ایک سبق آموز واقعہ کی یاد ہے۔
اس واقعہ میں گوناگوں پہلو موجود ہیں، اگر کوئي حقیقت میں بعثت کے تمام پہلوؤں کو اگر اجمال سے ہی بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے کئي کتابوں کو تحریر کرنے اور کئی گھنٹوں تقریر کی ضرورت ہوگی۔ اس واقعہ پر مختصر نظر ڈالنے سے بھی متعدد سبق ملتے ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے جامع پیغام کے ساتھ آئے ہیں جو کمال تک پہنچنے کے لئےتمام انسانی ضروریات پر محیط ہے اور اپنی تحریک کا آغاز ایسے معاشرے سے کیا جس میں ان کما لات کا کہیں کوئي وجود نہیں تھا۔
پیغمبر اسلام، پیغمبر علم بن کر اس معاشرے میں آئے جہاں علم نہ تھا، اس معاشرے میں پیغام عدل و انصاف کے ساتھ آئے جہاں عدل و انصاف کا کوئی وجود نہ تھا جہاں طاقتوروں و قدرتمندوں کا بول بالا تھا جو لوگوں کے مال و جان پر مسلط تھے، اس معاشرے میں آپ اخلاق و ایثار و مساوات و محبت کا پیغام لیکرآئے جہاں ان چیزوں کا کوئی معنی و مفہوم ہی نہ تھا۔ تشدد پسند اور استبداد کا خوگر معاشرہ، اخلاق و معنویت سے بے بہرہ سماج، علم و دانش سے خالی اور نفسانی خواہشات، جاہلانہ تعصب اور تکبر و غرور میں ڈوبے ہوئے لوگ تھے ۔ ایسی سخت اور دشوار فضا اور ایسی سنگلاخ اور بے آب و گیاہ سرزمین میں یہ پودا لگایا گیا۔ تیرہ سال تک دشوار ترین حالات میں اس کی آبیاری کی گئي اور تیرہ سال پورے ہونے پر ایک حکومت کی تشکیل عمل میں آئی اور علم و عدل و توحید و معنویت و اخلاق و کرامت کی بنیاد پر ایک معاشرہ معرض وجود میں آیا جس نے ذلت کو عزت میں، وحشیانہ عادت کو اخوت میں، تعصب کو محبت و ایثار میں اور جہل کو علم میں تبدیل کر دیا۔ ایک مستحکم بنیاد رکھی گئی جس کے ذریعہ مسلمانوں نے دنیا کی تہذیبوں کے نقطہ کمال پر قدم رکھا اور صدیوں تک مسلمان دنیا کی عظیم بلندیوں پر فائز رہے اور کئی عظیم کارنامے انجام دیئے جس کی تاریخ انسانیت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

یہ حکومت دس سال سے زیادہ نہیں رہی۔ اگر آپ ایک قوم کی عمر کو پیش نظر رکھتےہوئے دس اور تیرہ، تیئیس سال کے عرصے کو دیکھئے تو ایک لمحہ کے مانند محسوس ہوگا۔ اتنی سی مدت میں ایک عظیم تحریک معرض

وجود میں آئی جس نے پوری تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ ما قبل اسلام کا اور دوسرا ما بعد اسلام کا۔ اس نے انسانیت کو پیشرفت کے راستے پر گامزن کیا، اخلاقی بنیادوں کو استحکام بخشا اور انسانی معاشرے کو نا قابل فراموش درس دیا۔ آپ بعثت کی عظمت کو اس زاویے سے ملاحظہ کیجئے۔
ان کامیابیوں کے پیچھے ایک دوسرے سے وابستہ بہت سے عناصر کارفرما تھے تاہم سب سے اہم اور پائیدار عنصر خود پیغمبر اسلام کا وجود مبارک تھا جو خدا وند متعال پو توکل ،صفا و معرفت اور روحانیت و معنویت سے سرشار تھا۔ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ مکہ کے سب سے بڑے عقلمند اور دانا انسان سمجھے جاتے تھے۔ علاقہ میں آپ کے اعلی کردار اور اخلاق و شرافت کا شہرہ تھا۔
اس معاشرے میں سب سے نمایاں خصوصیات کی اس عظیم ذات پر برکات الہی کانزول ہوا اور آپ کے دوش مبارک پر عظیم فریضہ عائد کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالی آپ کو آزما چکا تھا۔ اللہ اپنے اس بندے سے بخوبی واقف تھا اور اسے بخوبی علم تھا کہ یہ سنگین ذمہ داری کس کے دوش پر رکھی جائے۔ پیغمبر اسلام نے بھی پائداری کا ثبوت دیا۔ اپنے ہدف کی گہری معرفت کے ساتھ یہ پائداری و استقامت، آپ کی جملہ کامیابیوں کی اساس و بنیاد بن گئی۔ یہ آپ کی عظیم تحریک کے لئے آب حیات بن گئی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے لیکن اس کی کچھ شرطیں بھی ہیں۔ حق کی فتح کی ایک شرط، حق کا دفاع ہے۔ حق کی فتح کے لئے دوسری شرط، راہ حق میں استقامت و پائداری ہے۔

بعثت کے پہلے مرحلے میں تین یا اس سے زیادہ برسوں کے دوران، جب دعوت اسلام کاغیر اعلانیہ آغاز ہوا تو اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تیس، چالیس افراد کو مسلمان بنا چکے تھے اس کے بعد حکم الہی ہوا کہ "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستهزئین" اب اعلانیہ دعوت دو، میدان میں جاؤ اور پرچم بلند کرو اور اپنے مشن کو عام کر دو۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میدان میں پہنچے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس سے آپ واقف ہیں۔ بزرگان قریش اور معاشرے کے با اثر افراد کو اپنا مقام خطرے میں نظر آنے لگا۔ اس کے سد باب کے لئے انہوں نے سب سے پہلے تو لالچ دینے کی کوشش کی۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ آپ کا بھتیجا اگر سرداری چاہتا ہے تو ہم اسے اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں، اگر اسے دولت و ثروت چاہئے تو ہم اسے اتنی دولت دیں گے کہ وہ ہم سب سے زیادہ امیر ہو جائے گا، اگر وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے تو ہم اسے اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں، لیکن وہ جو باتیں کر رہا ہے وہ ترک کر دے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام کو بھتیجے کے لئے خطرے کا احساس ہوا، انہیں سازش کی بو آنے لگی، پیغمبر اسلام کے پاس آئے اور فرمایا کہ بزرگان مکہ نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ پیغبر اسلام نے جواب دیا کہ " یا عمّ! واللّه لو وضعوا الشّمس فی یمینی و القمر فی شمالی لاعرض عن هذا الامر لا افعله حتّی اظهره اللّه او یذهب بما فیه" اے چچا! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں تاکہ میں اپنا ہدف و مقصد ترک کر دوں پھربھی خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی مجھے فتح سے ہمکنار کرے یا ہم سب نابود ہو جائیں۔

اس کے بعد روایت میں ہے کہ "ثم اغرورقت عیناہ من الدمع" پیغمبر اسلام کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے اور آپ

اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت ابو طالب علیہ السلام نے ایمان کا یہ انداز اور یہ پائداری دیکھی تو آپ نے فرمایا "یابن اخی اذھب و قل ما احببت" بھتیجے! اپنے ہدف کی جانب بڑھو اور جو بھی دل چاہے بیان کرو، اپنے مقصد کی طرف گامزن رہو۔ " واللہ لا اسلمنک بشئ" خدا کی قسم میں تمہیں کسی بھی چیز کے بدلے نہیں دے سکتا۔ استقامت کا یہ انداز استقامت کا سرچشمہ بنتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی اس استقامت سے حضرت ابو طالب کی استقامت و پائداری میں اضافہ ہوا۔ ہدف کے تئیں یہ یقین، دشمن کے سامنے یہ بے خوفی، دشمن کی کسی بھی لالچ میں نہ آنا، دشمن کی طرف سے ہدف ترک کرنے کے لئے ملنے والی سہولتوں کی طمع میں نہ آنا ، اس مستحکم ارادے سے پائداری و استقامت کا چشمہ جاری ہوتا ہے، اس سے ثبات و سکون پیدا ہوتا ہے، اس سے ہدف اور اس ہدف کا تعین کرنے والے اللہ پر کامل یقین اور راسخ عقیدہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ چالیس افراد رہے ہوں گے جنھوں نے مشکلات اور دشواریوں کے کوہ گراں کا سامنا کیا اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ آئے دن دیکھتے تھے کہ مکہ میں عمار کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے، بلال کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جا رہا ہے، سمیہ و یاسر کو کیسی کیسی ایذائیں دی جا رہی ہیں اور کس طرح انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ایمان لاتے تھے۔ تو حق اس انداز سے آگے بڑھتا ہے۔ امن و امان کی حالت کا انتظار کرکے آرام و سکون کے عالم میں حق کا پرچم بلند کرنے اور نعرے لگانے سے حق آگے نہیں بڑھتا۔ حق فتح کی سمت اس وقت بڑھتا ہے جب صاحب حق اور حق کے پیروکار راہ حق میں استقامت و پائداری کا مظاہرہ کریں۔ قرآن کریم کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے " محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم" اشداء علی الکفار کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ کفار سے ہمیشہ بر سر پیکار ہیں۔ اشداء اور شدت کے معنی استحکام و پائداری کے ہیں، عدم تزلزل کےہیں۔ کوئی دھات ایسی ہوتی ہے جسے زنگ لگ جاتا ہے اور کھوکھلی ہوکر ختم ہو جاتی ہے جبکہ ایک دھات وہ ہوتی ہے جو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی زنگ آلودہ نہیں ہوتی، کبھی کمزور اور ضائع نہیں ہوتی، اشداء جو کہا گیا ہے تو اس سے یہی مراد ہے۔ شدت کے معنی یہاں استحکام کے ہیں۔ استحکام کبھی میدان جنگ میں ہوتا ہے تو ایک الگ انداز سے سامنے آتا ہے، کبھی دشمن کے ساتھ آمنے سامنے گفتگو میں استحکام ہوتا ہے تو اس کا انداز الگ ہوتا ہے۔ جنگوں کا آپ جائزہ لیجئے، آپ دیکھیں گے کہ جب بھی ضرورت ہوئی ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے حریف اور دشمن سے گفتگو فرمائی ہے۔ لیکن گفتگو کے وقت پیغمبر اسلام سراپا استحکام نظر آتے ہیں، کہیں تزلزل کا شائبہ تک نہیں۔ جنگ احزاب میں پیغمبر اکرم نے مد مقابل حریف سے گفتگو کی۔ لیکن واقعی کیا گفتگو فرمائی ہے! آپ تاریخ میں دیکھئے۔ جنگ ہوگی تو پورے استحکام کے ساتھ، گفتگو ہوگی تو وہ بھی پوری پائداری کےساتھ، جو بھی معاملہ کیا جا رہا ہے وہ پوری استقامت کے ساتھ، اشداء علی الکفار کے معنی یہ ہیں۔

"رحماء بینھم" یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی و ہمدردی سے پیش آتے ہیں ، یہاں وہ شدت اور سختی نہیں، یہاں دلوں کا آپس میں لین دین ہوتا ہے، یہاں ایک دوسرے کے متعلق محبت و عطوفت کا جذبہ ہے۔

بعثت کے آغاز میں استقامت جوشعب ابو طالب (ع) میں تین سالہ بے مثال پائداری کا نتیجہ ثابت ہوئی کوئی معمولی بات کھیل نہیں ہے کہ مکہ کے نزدیک ایک بے آب و گیاہ درے میں آگ برساتے سورج کے نیچے پیغمبر اسلام، حضرت ابو طالب، حضرت خدیجہ اور تمام مسلمان اور ان کے اہل خانہ پہاڑ کے اس چھوٹے سے شگاف میں تین سال گزار دیتے ہیں! محاصرے میں ہیں سبھی راہیں ان پر بند ، کہیں سے کھانے پینے کا سامان نہیں مل سکتا۔ سال کے ان ایام میں جو زمانہ جاہلیت میں ایام موسم کے نام سے موسوم تھے اور جن میں جنگ نہیں کی جاتی تھی، مسلمان شہر کے اندر جا سکتے تھے لیکن ابو جہل اور ابو لہب نے اپنے بیٹوں اور متعلقین کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ یہ لوگ اگر کسی دکان سے کچھ خریدنا چاہیں تو تم فورا اس چیز کو دگنی قیمت پر خرید لو، انہیں

سامان خریدنے کا موقع نہ دو، ایسے دشوار حالات میں تین سال گزار دئیے، کیایہ کوئی معمولی بات ہے؟
وہ پہلی استقامت ، اس خیمہ کا وہ پہلا مضبوط و مستحکم ستون، اللہ تعالی کی ذات پر جذبہ توکل سے سرشار وہ دل ہے جو ایسی استقامت اور پائداری کی فضا پیدا کر دیتا ہے کہ اس فضا میں سانس لینے والا ہر شخص استقامت کا پیکر بن جاتا ہے۔ بچے دن رات بھوک سے بلکتے تھے، بچوں کے رونے کی آوازیں کفار قریش کے کانوں تک پہنچتیں تو ان میں بھی کچھ ایسے تھے جو یہ آوازیں سن کر پسیج جاتے تھے لیکن سرداروں کے خوف سے خاموش بیٹھ جاتے تھے۔ ادھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اپنا بچہ بھوک سے تڑپ رہا ہے اور تڑپتے تڑپتے جان دے دیتا ہے لیکن ان کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا نہیں ہوتا۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اپنے فرزند محمد حنفیہ سے فرماتے ہیں کہ "تزول الجبال ولا تزل" پہاڑ ہٹ جائیں لیکن تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ یہ وہی پیغمبر اسلام (ص) کی نصیحت ہے۔ ہمارے لئے یہ پیغمبر اسلام (ص) کا درس ہے، بعثت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ صرف بیٹھ کر یہ یاد کر لینے اور خوش ہو لینے سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے کہ حضرت جبرئیل آئے اور پغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مبعوث بہ رسالت ہو گئے ، فلاں فلاں افراد ایمان لائے اور فلاں ایمان نہیں لائے۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی حیات مبارکہ کے اس عظیم ترین واقعہ سے درس حاصل کریں۔ آپ کی تیئیس سالہ نبوت کا ایک ایک لمحہ سبق آموز ہے۔
میں نے ایک مرتبہ بعض دوستوں سے کہا کہ پیغمبر اکرم (ص) کی حیات مبارک کاملی میٹر کے حساب سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس حیات مبارکہ کا ہر لمحہ کسی عظیم واقعہ اور سبق پر محیط ہے۔ اس کا ہر لمحہ عظیم انسانی جلوہ ہے۔ یہ پورے تیئیس سال اسی انداز سے گزرے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ کا معتبر اور مستند کتب میں مطالعہ کرنا چاہئے اور جائزہ لینا چاہئے کہ اس کے ہر لمحے میں کیا واقعہ پنہاں ہے۔ اگر آج آپ کے سامنے ایک عظیم امت ہے، وہ عظیم امت کہ جو بہترین خیالات، بہترین روشوں، بہترین اسباق، اور بنی نوع بشر کے دکھ درد کے لئے بہترین راہ علاج کا سرچشمہ ہے تو یہ امت اس انداز سے معرض وجود میں آئی، فروغ پایا ،پھلی پھولی اور مستحکم و مضبوط ہوئی ہے۔ ورنہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم حق پر ہیں، ہمیں ترقی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔ حق کے ساتھ استقامت و پائداری کا ہونا ضروری ہے۔ میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا جنگ صفین کا یہ جملہ بار بار نقل کرتا ہوں "لا یحمل هذا العلم الا اهل البصر و الصبر" اس پرچم کو صرف وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں جو بصیرت اور صبر کے زیور سے آراستہ ہوں اور انہیں پورا ادراک ہو کہ معاملہ کیا اور ہدف کیا ہے؟ نیز صبر کی توانائی ان میں موجود ہو، صبر سے یہاں استقامت و پائداری و ثابت قدمی مراد ہے۔ ہمیں بعثت سے یہ درس حاصل کرنا چاہئے۔
ہمارے بزرگ امام (خمینی رہ) اسی چشمہ خروشاں کا ایک قطرہ تھے جو دنیا میں یہ عظیم بساط بچھانے میں کامیاب ہوئے۔ امام (خمینی رہ) کا دل بھی اپنے ہدف پر پختہ ایمان و یقین سے لبریز تھا جیسا کے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے "آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون کل آمن بالله و رسله و ملائکته" یعنی اپنے اوپر نازل ہونے والی چیزوں پر سب سے پہلے خود پیغمبر اسلام ایمان لائے۔
ہمارے انقلاب کے سلسلے میں بھی یہی ہے، سب سے پہلے اس تحریک پر ہمارے بزرگ امام (خمینی رہ) کا دل جذبہ یقین سے سرشار ہوا، انہیں اپنے ہدف کی حقانیت کا یقین ہوا، انہیں بخوبی علم تھا اور وہ آگاہ تھے کہ کیا کرنے جا رہے ہیں، انہیں اپنے کام کی عظمت سے واقفیت تھی۔ اس کام کے لئے ضروری چیزوں سے بھی وہ آگاہ تھے، انہیں معلوم تھا کہ اس کام کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالی کی ذات پر توکل کے ساتھ ثابت قدمی سے قیام ضروری ہے۔ وہ ثابت قدمی سےکھڑے ہو گئے۔ ان کی استقامت دیکھ کر ہماری قوم کے نوجوانوں میں بھی استقامت کا جذبہ پیدا ہوا۔ جب یہ چشمہ صبر و استقامت چھلکنے لگا تو عوام بھی اس کی لذت سے آشنا ہوئے اور پھر سب کے سب اسی سمت حرکت میں آگئے۔ اور اس آیہ قرآنی کے مصداق بن گئے " هو الذی انزل السکینة فی

قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم" جب یہ الہی "سکینہ" دلوں پر نازل ہوتا ہے تو انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے " و للہ جنود السموات والارض" ڈر کس بات کا؟ زمین و آسمان کی فوجیں خدا کی ہیں۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پناہ لو، زمین و آسمان کی یہ افواج تمہیں مل جائیں گی، یہ سنت الہی ہے۔

دیکھئے خدا وند متعال نے ایک ہی وقت میں دو چیزیں خلق کی ہیں ؛ ایک تو یہ عالم خلقت ہے، جس کے اپنے قوانین اور مخصوص اصول ہیں، دوسرے شریعت اور دین ہے جس کے اپنے مخصوص قوانین اور احکام ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو ایک ساتھ پیدا کیا گیا ہے اور یہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ بھی ہیں۔ اگر آپ احکام الہی یعنی شرعی اصولوں پر عمل کریں تو آپ کی زندگی خلقت کے قوانین اور اصولوں کے مطابق ہوگی جیسے کوئی کشتی ہوا کے رخ پر آگے بڑھتی چلی جائے اور ہوا سے اسے مدد ملے، پانی کے بہاؤ سے اسے مدد ملتی رہے۔ تو جو انسان اس راہ پر آگے بڑھتا ہے، قدرت اس کی مدد کرتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ آگے بڑھئے۔ ایرانی عوام آگے بڑھے اور قدرت سے انہیں مدد ملی ورنہ کون سوچ سکتا تھا کہ دنیا کے حساس ترین علاقے مشرق وسطی کے قلب میں واقع عالمی سامراج کی سب سے بڑی پٹھو حکومت یعنی شاہ کی حکومت ، پہلوی حکومت کے مقابلے میں ایسے معاشرے میں جس کے بہت سے روشن فکر اور ممتاز افراد دسیوں سال سے مغربی ثقافت، آداب و رسومات اور وسوسوں کے اسیر تھے، اچانک پرچم اسلام بلند ہو اور امت مسلمہ کا یہ معاشرہ اسلام کا علمبردار بن جائے؟ کسی کے ذہن میں یہ نہیں تھا؟ لیکن ایسا ہوا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کوئی گروہ اور کوئی قوم اس راہ میں آگے بڑھتی ہے تو موافق سمت میں بہنے والی الہی ہوائیں یعنی وہی قدرت کے قوانین، اس کے مدد گار بن جاتے ہیں اور یہ کاروان آگے بڑھتا ہے۔

یہ صرف ایران کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس وقت عالم اسلام میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے، آگاہی کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ ایک زمانے میں یہ تصور عام تھا کہ عالمی سطح پر غنڈہ گردی کرنے والی طاقت، جو آج امریکہ ہے اور اس سے پہلے سویت یونین تھا، جو چاہے گی وہی ہوگا۔ دیگر ممالک کے سیاستدانوں کو اسی کی مرضی کے مطابق اپنی پالیسیاں وضع کرنا ہوں گے۔ آج قوموں کی سطح پر یہ تصوربالکل ختم ہو چکا ہے۔ رہ گئی سیاستدانوں اور حکام کی بات تو ان میں بھی بہت سے ایسے ہیں جو اب اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔ تو استقامت کی ضرورت ہے، پائداری کی ضرورت ہے۔

میں ایرانی قوم اور بعثت محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیروکاروں کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ راہ حل یہی استقامت ہے۔ اسلامی جمہوری نظام نے اپنے امام (خمینی رہ) کی قیادت میں اسی راستے کا انتخاب کیا ہے اور ہمیں اسی استقامت سے فائدہ پہنچا ہے، ہم نقصان میں نہیں رہے۔ دنیا کی تمام سامراجی طاقتیں جمع ہو گئیں اور سب نے مل کر گوناگوں دلائل کے ذریعہ اسلامی جمہوری نظام اور ایرانی عوام اور ایرانی حکومت کو فلسطینیوں کی حمایت سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن ایرانی عوام اور حکومت نے قبول نہیں کیا اور آئندہ بھی قبول نہیں کرے گے۔ ہم فلسطینی قوم کی حمایت کرتے رہیں گے۔

فلسطین قوم حق پر ہے، وہ حق بجانب ہے، مظلوم ہے۔ اس قوم پر ڈھائے جانے والے ان بے پناہ مظالم پر آزادی اور انسانی حقوق کےبلند بانگ دعوے کرنے والوں کو شرم آنی چاہئے ۔ وہ اسے تو یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں اور پھر انسانی حقوق کی حمایت کی رٹ لگاتے ہیں اور انہیں شرم بھی نہیں آتی۔ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ فلسطینی کسی ملک میں اقلیت کی حیثیت سے بھی ہوتے اپنے ملک کے مالک نہ بھی ہوتے بلکہ بالفرض مہاجر اور پناہ گزیں ہوتے تب بھی کیا کوئي انصاف پسند انسان ان پر مظالم کے یہ پہاڑ ٹوٹتے دیکھ سکتا تھا؟ کیا کوئی انصاف پسند شخص برداشت کرتا کہ ان کے گھروں کو ویران کر دیا جائے، ان کے نوجوانوں کا قتل عام کیا جائے، ان کے مردوں کو جیلوں میں بھر دیا جائے، انہیں مسلسل دھمکیاں دی جائیں، ان کے گھروں پر بمباری کی

جائے، ان کی روزی روٹی چھین لی جائے، ان کا اقتصادی محاصرہ کر لیا جائے، ان کے باغات تباہ کر دئے جائیں، ان کی زندگی ویران کردی جائے۔ ایسے عالم میں امریکی صدر بش انتہائی بے شرمی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتا ہےکہ ہم آزادی کے حامی و طرفدار ہیں! یہی آزادی ہے؟! آپ کو شرم آنی چاہئے! کیاآزادی کی حمایت اسی کا نام ہے؟!

ایک قوم کو اس کے گھر میں گھس کر اس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے ؟ تعجب ہے کہ دنیا کی طاقتیں جارح، قاتل اور دہشت گرد کی مسلسل حمایت کر رہی ہیں اور فلسطینی قوم پر ہونے والے تمام مظالم سے چشم پوشی کر لیتی ہیں اور پھر وہی راگ الاپنے لگتی ہیں کہ ہم تو آزادی کی حمایت کرتے ہیں اور فلاں کی حمایت کرتے ہیں!

ایرانی قوم بیدار ہے، یہ قوم حقائق سے آگاہ ہے۔ سامراج کا مزاج یہ ہے کہ اگر آپ ایک قدم پیچھے ہٹیں گے تو وہ ایک قدم آگے بڑھ آئے گا۔ کوئی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ سامراج کے مقابلے میں عقب نشینی کی جائے اور صحیح و برحق مؤقف اور مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں تو سامراجی طاقتیں شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہیں گی کہ یہ لوگ ایک قدم پیچھے ہٹ گئے ہیں تو ہم بھی ایک قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ یہ سب ان کے یہاں نہیں ہوتا۔ آپ ایک قدم پیچھے ہٹیں گے تو وہ ایک قدم آگے بڑھ آئیں گے۔ آپ ایک محاذ چھوڑیں گے تو وہ آکر اس محاذ پر قابض ہو جائیں گے۔ امت مسلمہ کو اس انداز سے معاملات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ عالم اسلام کے سیاستدانوں کو اس زاویہ سے اپنے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ایرانی قوم ثابت قدمی کے ساتھ کھڑی ہے، اس نے اپنی حق بجانب بات کہہ دی ہے۔ ہمارا موقف کلمہ توحید اور توحید کلمہ ہے، ہمارا کہنا ہےکہ ہم صرف اللہ تعالی کے بندے رہیں امریکہ کے نہیں۔ ہم غنڈہ گردی کرنے والی طاقتوں کے غلام نہ رہیں۔ عصر حاضر کے فرعونوں کے غلام نہ رہیں۔ زمانے کے ابو لہبوں اور ابو جہلوں کے غلام نہ رہیں۔ اس زمانے کا ابو جہل کون ہے؟ وہ ابو جہل تو مر گیا، ابو جہل آج بھی موجود ہے۔

رگ رگ است این آب شیرین و آب شور
بر خلایق میرود تا نفخ صور

آج بھی دنیا میں ابو جہل ہے، آج بھی ابو لہب ہے۔ اشتعال انگیزیاں کرنے والے بد دماغ جہلاء، اس وقت بھی دنیا میں موجود ہیں۔ زمانے کے ابو جہل کی شناخت کرنا ہوگی۔ اس زمانے کے ابو جہل وہ ہیں جو ایٹم بم بناتے ہیں، پوری دنیا کو دھمکیاں دیتے پھرتے ہیں اور ایک قوم کو تنگ کرتے ہیں کہ وہ پر امن ایٹمی توانائی کیوں حاصل کرنا چاہتی ہے؟ وہ یہ بات تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اس کا مقصد بجلی پیدا کرنا ہے، ایٹمی توانائی پر امن مقاصد کے لئے حاصل کی جا رہی ہے۔ لیکن چونکہ اس سے آپ کو ایک طاقت مل جائے گی اس لئے ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ ان غنڈوں، بد دماغوں، بے شعوروں کے سامنے جنہیں عقل و منطق سے کوئی سروکار نہیں، جو بے عقل و شعور افراد کی طرح بار بار اپنے بازو دکھاتے ہیں اپنی طاقت کی نمائش کرتے ہیں اور شور و غل کرتے ہیں، اگر آپ پیچھے ہٹے تو شکست ہوگی۔ ایرانی قوم اس کا تجربہ کر چکی ہے۔ تقریبا تیس سال سے ہم نے ان مسائل کا مقابلہ کرتے ہوئے حقیقت میں ہم نے پیشرفت کی ہے، ہم آگے بڑھے ہیں۔

ایرانی قوم کی موجودہ حالت کا بیس سال قبل کی صورت حال سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتاہے۔ اس کا علم، اس کی سائنس، اس کی ٹکنالوجی، اس کے تجربات، اس کی گوناگوں مہارتیں، علمی، سماجی اور معاشی ترقی، علاقے میں اس کی طاقت اور اثر و رسوخ کا بیس سال، پچیس سال قبل کی صورت حال سے موازنہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اسی استقامت کا ثمرہ ہے۔ یہ بعثت رسول اسلام سے ملنے والا سبق ہے۔ اسے ہم سب کو سمجھنا چاہئے۔ ہمیں پیغمبر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے، ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ دن بعثت رسول اسلام (ص) کا دن تھا اور آج امت مسلمہ کی بعثت کا وقت آ گیا ہے۔

اب امت مسلمہ کو بعثت کا احساس کرنا چاہئے۔ اسے خود کو مبعوث سمجھنا چاہئے۔ اسے بصیرت کے ساتھ آگاہانہ انداز میں آگے بڑھنا چاہئے۔ علم کے میدان میں پیشرفت کرنا چاہئے، اپنی توانائیوں میں اضافہ کرنا چاہئے، اپنے عالمی اتحاد و یکجہتی میں استحکام پیدا کرنا چاہئے۔ اس کے لئے اتحاد اور ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔
یہ ایرانی عوام ، اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوری نظام کا پیغام ہے۔ ہمارا مستقبل روشن ہے۔ اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے کہ ہم بخوبی واقف ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہمیں علم ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ منزل تک پہنچنے کا طریقہ آگے بڑھنا اور پیش قدمی کرنا ہے، رک جانا اور پیچھے ہٹ جانا نہیں۔
خداوند متعال کی بارگاہ میں دعا ہےکہ وہ اس قوم کو بعثت پیغمبر اسلام (ص)کی برکتوں سے مالامال فرمادے، امت مسلمہ کی عزت و شان و شوکت میں اضافہ فرمائے، حضرت ولی عصر (ارواحنا فداہ) کے قلب مبارک کو ہم سے راضی وخوشنود ،شہدا وامام (رہ) کی ارواح مطہرہ کو ہم سے شاد فرمائے۔

والسّلام علیکم و رحمۃاللّٰہ و برکاتہ

....